یہ اہتمام چراغاں بجا سہی لیکن
سحر تو ہو نہیں سکتی دیئے جلانے سے

شادی کی جاہلانہ رسمیں

حضرت مولانا علامہ محمد ابوالخیر صاحب اسدی

مکتبہ اعلیٰ تھلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

یہ اہتمام چراغاں بجا سہی لیکن
سحر تو ہو نہیں سکتی دیئے جلانے سے

شادی کی جاہلانہ رسمیں

اس میں بتایا گیا ہے کہ شادی کی تقریبات میں جتنی قبیح رسمیں شامل ہیں وہ اسلامی معاشرے میں کس طرح داخل ہو گئیں۔ نہایت قیمتی، دلچسپ اور نصیحت آموز معلومات جمع کی گئی ہیں

اثر خامہ
علامہ ابوالجنید اسدی

مکتبہ اعلیٰ محلہ ساداں اندرون دہلی گیٹ ملتان

قیمت :- ۲/۵۰ روپیہ

الٰہی میں اپنے قلم کے سفر کی
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

شادی اور غمی کی تقریبات میں جتنی قبیح رسومات داخل ہیں یہ رسمیں ہمارے معاشرے میں کس طرح داخل ہو گئی ہیں؟ داخل ہونے کے مشہور اسباب یہ ہیں۔

۱- پاک و ہند کی زمین پر صدیوں پہلے ہندو آباد تھے۔ ان میں سے جو ہندو اسلام میں داخل ہو گئے اسلام کی پوری تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے بعض رسمیں ان میں ویسے کی ویسے رہ گئیں، ان رسومات پر نسل بعد نسل عمل ہوتا رہا۔ اب یہ رسومات قومی شعائر کا جزو بن چکی ہیں

۲- ہندوستان کے مسلمان بادشاہ اکثر عیاش تھے۔ ان کی معمولی تقریبوں پر بڑے بڑے جشن منائے جاتے تھے۔ شہزادوں کی تیر بازی کے مقابلے میں جو جیت جاتا اس کی خوشی میں تمام شہر میں جلوس نکالے جاتے۔ بھانڈوں اور طوائفوں کے ناچ گانے ہوتے۔ پیسے لٹائے جاتے۔ خزانے خالی ہو جاتے ان کی دیکھا دیکھی عام لوگوں نے بھی ان رسومات کی نقالی ... داخل ہو گئی

۳- سلطنت کے دربار میں بیٹھنے والے علماء اور مشائخ جو بادشاہوں کے وظیفہ خوار تھے خوشامدی بن چکے ہوئے تھے۔ بادشاہوں کی ہر قبیح رسم کو وہ شرعی لبادہ پہنا دیتے تھے۔ اکبر نے جو ہندو عورتوں سے شادی کر رکھی تھی ان کا نکاح اس دور کے علماء پڑھتے تھے۔ اکبر کی ان شادیوں پر جواز کا فتویٰ

رسمیں ادا کی جاتی تھیں ان تمام رسومات میں یہ علماء شریک ہوتے تھے۔
علماء کی مداہنت اور خوشامدانہ روش نے عوام مسلمانوں میں یہ
ثابت کر دیا کہ ایسی رسمیں اسلام میں معیوب نہیں ہیں اس طرح انہیں
جواز کی ایک صورت ہاتھ میں آگئی۔

۴۔ بعض رسموں کی بنیاد محض لالچ زر اور منفعت پر رکھی گئی ہے جیسے
لڑکیوں کو وراثت سے تو محروم کر دیا گیا۔ اس محرومی کے بدلے لڑکیوں کی شادی
میں چند رسمی حقوق مقرر کر دیئے گئے تاکہ میراث کا کچھ نہ کچھ ازالہ ہو سکے جہیز کا
کثیر سامان اور جوڑے دینا ورثہ نہ دینے کا بدلہ ہے

۵۔ بعض رسمیں ریا اور فخر کی وجہ سے داخل ہو گئی ہیں برادری کے
درمیان عصبیت اور حسد تو ایک مشہور بات ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ میں
دوسرے کو نیچا دکھاؤں اور ہر معاملے میں میرا ناک اونچا رہے اس تفاخر کی کشمکش
میں اگر ایک شادی کے موقعہ پر دس ہزار خرچ کرتا ہے تو دوسرا اس کے مقابلے
میں پندرہ ہزار خرچ کرتا ہے جس نے شادی پر دس ہزار خرچ کیا تھا تو اس کی
رسومات بھی اس کے خرچ کے مطابق تھیں اب جبکہ شادی پر پانچ ہزار اور
بڑھ گئے تو پانچ ہزار کی رسومات کا بھی اضافہ ہو گیا۔ پہلے سے اگر [illegible] ہوتے
تھے تو دوسرا لازماً اضافے کی وجہ سے [illegible] اس طرح
مقابلے میں جتنی رقم بڑھتی گئی رسومات میں بھی [illegible] اضافہ ہوتا چلا گیا

۶۔ شیرازہ حیات بکھرتا چلا گیا [illegible]

۷۔ بعض رسمیں آباء و اجداد کی اندھی تقلید [illegible]

اگر کسی کا باپ دادا غلطی سے یا دین کی لاعلمی کی وجہ سے کوئی غلط رسم کر بیٹھا تو اس کی اولاد اس رسم کو متبرک سمجھتے ہوئے سائے کی طرح پیچھے پڑ گئی۔ اب ان کے خلاف کرنا نسبی وقار کی ہتک شمار کرتے ہیں۔

اس رسالے میں عوام کی اصلاح کے لئے شادی کی چند جاہلانہ رسموں کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر آپ اصلاح کی غرض سے مطالعہ کریں۔ امید ہے اس سے کافی نفع ہوگا۔

ع شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

سہرے کی رسم

سہرے کی رسم پہلے پہلے ایران اور ہندوستان کے آتش پرستوں نے ایجاد کی تھی۔ فتاویٰ مرآۃ الصفا میں لکھا ہے۔

گل بر سر بستن۔ رسم گبراں است (مسائل اربعین ص۵۴) — دولہا کے سر پر پھولوں کا ہار باندھنا یہ آتش پرستوں کی رسم ہے۔

آتش پرست اسے پنجۂ آفتاب کہتے تھے۔ جب دولہا اپنے منہ پر سہرا باندھتا تو اس کا چہرہ آفتاب کا پنجہ بن جاتا۔ گویا اس کا چہرہ سورج کی آگ کی مشابہت بن جاتا۔ اس طرح یہ رسم بڑھتے بڑھتے بادشاہوں تک پہنچ گئی ان کے سہرے سونے کے تاروں سے بنے جاتے تھے۔ شاعر لوگ سہرے پر شعر کہتے اور ہزاروں روپے انعام لیتے۔ ذوقؔ اور غالبؔ کے سہرے مشہور ہیں۔ جو مرزا جوان بخت کی شادی پر کہے گئے تھے۔ اسی قسم کے ایک سہرے کا

ایک شعر ملاحظہ کیجئے۔

چرخ تک دھوم ہے کس دھوم سے آیا سہرا

چاند کے دائرہ پر زہرہ نے گایا سہرا

اس شعر میں مبالغہ آرائی ملاحظہ کیجئے کہ شاعر خوشامد کی آڑ میں اپنے ضمیر کو کس طرح مجروح کر لیتے ہیں۔ پھر سہرے کی رسم پر ڈومنیوں نے مخصوص گانے بنا لیئے۔ پھر اس پر نیگ مقرر کر دیا گیا۔ مالن کے لیئے علیحدہ۔ ڈومنی اور میراسی کے لیئے علیحدہ برادری سے نیگ وصول کرنے لگے۔ اب اس وقت سہروں کے ڈیزائن بھی بدل دیئے گئے ہیں کہیں تو دولہا کے منہ پر پورا چھاج باندھ دیتے ہیں۔ کہیں دولہا کے منہ پر اتنے پھول ڈال دیئے جاتے ہیں کہ بیچارے کو اندھے کی طرح دوسرے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ سہرے کی رسم صرف شادی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ مزاروں پر بھی سہرے اور پھولوں کی چادریں چڑھائی جاتی ہیں۔ کتنے زندہ انسان ہیں کہ تن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں ملتا۔ لیکن قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں اور ریشمی غلافوں سے ان کی آرائش کیجاتی ہے

کتنی قبروں پہ چڑھتی رہیں چادریں کتنے لاشے پڑے رہ گئے بے کفن

مہندی لگانے کی رسم

زیب کے لیئے مہندی لگانا عورتوں کے لیئے تو درست ہے مگر مردوں کے لیئے اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ دور نبوت میں ایک ہیجڑے نے مہندی لگائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے شہر سے نکال دیا

تھا۔ دولہے کو مہندی لگانے کی رسم ہندوؤں سے اخذ کی گئی پھر یہ رسم مسلمان بادشاہوں کے گھروں میں گھس گئی اس وجہ سے امراء اور غرباء میں ایک امتیازی رسم بن کر رہ گئی۔ دہلی کے امراء میں مہندی کی رسم اس طرح ادا کی جاتی تھی مولوی سید احمد دہلوی لکھتے ہیں۔

دلہن کے لئے جو دولہا کی جھوٹی مہندی بھیجی جاتی ہے اور دولہا کے لئے دلہن کی بہنیں جو مہندی لاتی ہیں اس مہندی کے ساتھ اور بھی ہزاروں روپے کا سامان ہوتا ہے اور جب مہندی کے لئے روانہ ہوتے ہیں تو امیروں کے آگے سپاہیوں کے گردہ تاشہ، مرفہ، روشن چوکی، سینکڑوں ابرک کے کنول ان میں شمعیں روشن، مہندی کا سامان پیچھے پیچھے پالکیوں، رتھوں، گاڑیوں میں زنانی، ہاتھیوں، گھوڑوں پر مردانی سواریاں، ساتھ ساتھ فلیتے مشعلیں پنجیاں روشن، نوکر، چاکر انتظام اور بندوبست کرتے ہوئے دولہا کے ہاں مہندی لے کر پہنچتے ہیں۔ (رسوم دلی ص۱۰۱)

تو یہ مہندی جا رہی ہے یا کوئی طوفان امنڈا چلا جا رہا ہے۔ اب اس کے مصرف کا اندازہ کیجئے جس سے ہزاروں بھوکے انسان پل سکتے ہیں ان رسومات کی وجہ سے یہ مسلمان ہندوستان کی حکومت بھی کھو بیٹھے۔

نہ فقر کے لئے موزوں نہ سلطنت کیلئے   وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ اسلامی

مہندی کی رسم کا اس قدر اثر پھیلا کہ بعض قدسی نفوس کو بھی اس کی لپیٹ میں لے لیا گیا شیعہ بھائیوں کو دیکھئے کہ حضرت قاسم کی مہندی پر ایک خاص تقریب منائی جاتی ہے بڑے بڑے شہروں میں حضرت قاسم کی مہندی پر رات کو

www.KitaboSunnat.com

ایک بڑا جلوس نکلتا ہے اور اس جلوس میں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ تفصیل سے باہر ہے۔ حالانکہ حضرت قاسم کی مہندی کا واقعہ اصول و درایت کے بھی خلاف ہے۔ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں جب معصوم اصغرؓ کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہو سکا تو حضرت قاسم کی مہندی گوندھنے کے لئے اتنا پانی کہاں سے آ گیا تھا کہ انہوں نے پورے ایک لگن میں مہندی گوندھ کر رسم ادا کی تھی۔

دوسرا کربلا میں حضرت قاسم کی شادی کا واقعہ بھی غلط ہے جس باپ کے سامنے جوان بیٹوں اور بھائیوں کی لاشیں موجود ہوں ان لاشوں کے سامنے کون باپ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کر سکتا ہے۔

ع فرط کی امراض کا جو قوم ہوتی ہے شکار

دامن اسلاف ہوتا ہے اسی سے تار تار

شادی میں مہندی لگانا ایک خصوصی رسم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں جن کمیوں سے کام لیا جاتا ہے ان کے مخصوص نیگ مقرر ہیں وہ سب کے سب برادری سے وصول کئے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کو تحریر میں لایا جاتا ہے تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ برادری سے جس قدر نیگ وصول کیا ہے اس کے معاوضے میں شادی کے موقعہ پر برادری کو دیا جا سکے۔ دولہا دلہن کے ساتھ مہندی کی مختلف رسمیں کی جاتی ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔

اکابر کی خام عبارتوں کا جواب (زیر طبع)

بارات کا لشکر

دولہا والے خواہ دور ہوں یا اسی شہر میں رہتے ہوں لیکن بارات کو بڑی دھوم دھام سے ایک لشکر کی صورت میں لے جاتے ہیں۔ آگے بینڈ باجے ہوتے ہیں پیچھے دولہا گھوڑی پر سوار ہوتا ہے اس کے پیچھے بارات کے چھوٹے بڑے زرق برق لباس پہنے ہوئے پیدل چل رہے ہوتے ہیں دور والے علیحدہ بس بھی کر لیتے ہیں۔ اس پر ریکارڈنگ کا سپیکر معلق ہوتا ہے شہری لوگ بارات کو مشہور مقامات سے گذارتے ہیں۔ راستے میں دولہا پر پیسوں کا بکھیر بھی کرتے ہیں بینڈ بجانے والوں کو برادری والے انعام سے بھی نوازتے ہیں۔ اگر راستے میں کسی ولی کا دربار ہو تو اس کی سلامی بھی لی جاتی ہے جب یہ لشکر دلہن والوں کے گھر اترتا ہے آگے پر تکلف خورد و نوش کا انتظام ہوتا ہے کہیں بیٹی والا پہلے طے کر لیتا ہے کہ ہمارے ہاں اتنے آدمیوں کا انتظام ہوگا بعض جگہ یہ رواج ہے کہ دولہا والے لڑکی والے کو اس کھانے کا خرچہ پہلے دے دیتے ہیں۔ دھوم سے بارات لے جانے کی رسم کس طرح داخل ہو گئی ہے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اگلے وقت میں راستے پر امن نہ تھے راہزن ڈاکو مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے اس لئے جب کسی کی شادی دور ہوتی، حفاظت کے لئے کافی آدمیوں کو ساتھ لے لیتے تھے تاکہ حفاظت سے دلہن لے کر واپس آ سکیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جب آریہ آئے تھے تو ان میں رواج تھا کہ شادی کے لئے دوسرے قبیلے پر ڈاکہ ڈال

کر لوٹ کی اٹھالاتے۔ عرب میں بھی رواج تھا۔ اس ڈاکہ کے لئے انہیں مسلح ہتھیاروں سے حملہ کرنا پڑتا تھا جب ملکوں میں امن ہوگیا تو یہ ڈاکے تو ختم ہو گئے لیکن بارات کے ساتھ کافی آدمیوں کو لے جانے کی رسم باقی رہ گئی۔ ڈاکے میں تو بندوق تو پوں کی آواز ہوتی تھی۔ اس کے بدلے میں انہوں نے آتش بازی کے گولے اور آتش بازی کا رواج داخل کر دیا۔ فوجی نقاروں کے بدلے بینڈ باجے نے لے لی۔ تیسری وجہ تفاخر موجود ہے۔ جہاں جہاں سے بارات گذرے گی شادی کی خود بخود تشہیر ہوتی جائے گی کبھی یہ تشہیر اور خوشی ماتم میں بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ اخباروں میں آئے دن یہ خبریں آتی رہتی ہیں۔ فلاں بارات بس میں بڑی دھوم سے واپس آرہی تھی کہ راستے میں ٹکرا گئی۔ تمام بارات والوں کی لاشیں سڑک پر بکھری پڑی تھیں اور گرد کے لوگ جنہوں نے لاشوں کو بس سے نکالا تھا دلہن کے زیور تک بھی اتار کر لے گئے۔ ایسے واقعات عبرت کے لئے تازیانے کا حکم رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مغلیہ کے دور انحطاط میں پیدا ہوئے ہیں مسلمان بادشاہوں کے آخری دور میں مسلمان جن رسومات میں گرفتار تھے حضرت دہلویؒ ان رسموں کے رد میں لکھتے ہیں۔

ولا يجوز تضيع المال باحراق البارود والكاغذ وركوب الخيل والطوف بالبلاد من غير حاجة قال الله تعالى ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطرا ورئاء الناس واظهار المعازف والملاهي واظهار لعب اللعابين وستر حيطان البيت بالثياب الجميلة

تنزيناً ودخول النساء الاجنبيات على الزوج بعد الفراغ من العقد وكلامه ومس انفه واذنه ووضع البنات على الزوج واصرار الزوج بان يرفعه جلساته وحفوف النساء حول الزوج والزوجة عند الخلوة من البدعات المحرمة

(مسائل اربعین ص۵۱)

ترجمہ:- شادی میں آتش بازی جلا کر اپنے سرمایہ کو برباد کیا جائے دولہے کا گھوڑے پر چڑھنا پھر بارات کو گلی کوچوں میں بلا ضرورت پھرانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے مسلمانو تم ان لوگوں کی طرح مت بننا جو اپنے گھروں سے فخر اور نمود کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لئے اکڑتے ہوئے نکلتے ہیں اس آیت میں بارات کا حکم بھی داخل ہے۔ شادی میں ڈھول باجے بجانا نٹ بھانڈوں کا ناچنا کودنا۔ زینت کے لئے مکان کی چار دیواری پر خوبصورت کپڑے لگانا جب دولہا اندر آئے تو غیر محرم عورتوں کا اس کے دیکھنے کے لئے جمع ہو جانا۔ اس کے ساتھ باتیں کرنا۔ اس کے بدن کو چھونا دلہن کے جسم پر قند مصری رکھ کر پھر دولہا کو کہنا کہ اسے اپنی زبان سے اٹھا لے شب زفاف میں دولہا اور دلہن کی باتیں سننا اور چھپ چھپ کر دیکھنا یہ تمام رسمیں قبیح بدعات میں داخل ہیں۔

بارات لے جانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی مختصر ہوں اور راستے میں تمام بدعات سے اجتناب کریں۔ پہلے دلہن والے سے طے کر لیں کہ ہم اتنے آدمی آئیں گے تاکہ اس پر بارِ گراں نہ ہو۔

مائیوں بٹھلانے کی رسم

شادی سے چند دن قبل دلہن کو مکان کے ایک کونے میں حبس کر دیا جاتا ہے جہاں ہوا تک اسے نہیں پہنچتی، سارے گھر والوں سے بولنا بند ہو جاتا ہے اپنے آپ پاخانہ پیشاب کو نہیں جا سکتی، اپنے منہ سے پانی نہیں مانگ سکتی حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں۔ بعض لڑکیاں اس حبس میں فاقہ کرتے کرتے بیمار ہو جاتی ہیں، پیشاب پاخانہ روکنے سے بعض امراض بھی مسلط ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کی نااہل سہیلیاں اسے الٹے سیدھے سبق پڑھاتی ہیں بعض معیوب باتیں بھی سکھائی جاتی ہیں کہ تم اس طرح خاوند کے ساتھ پیش آنا۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :۔ بعض دفعہ خاوند کو تابع کرنے کے لیے دلہن کی ماں دلہن کا پیشاب ایک برتن میں لے لیتی ہے جب دولہا گھر میں آتا ہے اسے شربت یا دودھ میں ملا کر پلا دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

دریں نیز بیم کفر است   ایسی رسم سے کفر کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے

(اربعین ص۹)

یہ رسم چونکہ عورتوں میں ایک راز کا حکم رکھتی ہے۔ اس لئے سادہ مردوں کے وہم میں بھی نہیں آسکتی۔

؎ کہ مرد سادہ ہے بےچارہ زن شناس نہیں

مجھے بھی ایک ثقہ عورت نے بتلایا کہ ایسی قبیح رسم ہمارے علاقے میں بھی ہوتی ہے اور عورتیں اسے اہم راز کی طرح مردوں سے چھپاتی ہیں۔

مائیوں بٹھلانے کی ایسی بیہودہ رسم ہے کہ اگر دلہن نماز کی عادی ہو تو ان دنوں وہ شرم سے نماز بھی چھوڑ دیتی ہے۔ اب اسلام کی شادی کا ایک نمونہ سنیئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں کسی کام میں مشغول تھی مجھے والدہ نے بلایا کہ آؤ بیٹی ذرا نہالو۔ نہانے کے بعد میں نے کپڑے تبدیل کیے تھوڑی دیر کے بعد میری سہیلیاں اور کچھ عورتیں جمع ہوگئیں سہیلیوں نے کہا آج تیری شادی ہے سنتے ہیں شام ہوگئی اور میں اپنے گھر سے رخصت ہوچکی تھی۔ دیکھئے حضرت عائشہؓ کو اسی وقت شادی کا علم ہوا جبکہ رخصتی سے چند گھنٹے باقی تھے اور آج کی شادیاں بھی دیکھ لیجئے کہ کتنے دنوں تک رسومات کی دھوم دھام جاری رہتی ہے۔

جہیز کی رسم

ہندو مذہب میں رواج تھا کہ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے تھے انہوں نے سوچا آخر بیٹی ہے باپ کے مال سے اُسے کچھ نہ کچھ ضرور ملنا چاہیئے اس کے بدلے میں انہوں نے شادی کے جوڑے۔ زیورات اور دوسری اشیاء مقرر کردیں۔ اس طرح یہ رسم مسلمانوں میں بھی داخل ہوگئی۔ پھر یہ رسم برادری کے مقابلے کی وجہ سے بڑھتی چڑھتی گئی۔ اب یہ حال ہے کہ رسمی جہیز جب تک پورا نہ ہوجائے۔ جوان لڑکیاں گھروں میں بند کردی جاتی ہیں بعض لڑکیاں بیٹھے بیٹھے اپنی شادی کی عمر تک گھر بیٹھتی ہیں۔ اور بعض امراض کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہ رسم اتنے عروج تک پہنچ چکی ہے۔ پہلے لڑکے والے لڑکی کی شرافت

اور دوسری خوبیاں تلاش کرتے تھے۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لڑکی جہیز میں
کس قدر مال سمیٹ کر لے آئے گی۔ جہیز دینے کی بھی عجیب رسم ہے۔ جتنا جہیز
ہوتا ہے برادری والوں کے سامنے پھیلا دیا جاتا ہے رشتہ دار جو جوڑے وغیرہ
دیتے ہیں انہیں برادری کے سامنے اٹھا اٹھا کر دکھایا جاتا ہے بعض قوموں
میں نائی اونچی آواز کے ساتھ ہانک لگاتا ہے کہ فلاں جوڑا چودھری فتح دین
اپنی بھانجی کو دے رہا ہے۔ جہیز میں زیادہ تر زیب اور تعیش کا سامان ہوتا
ہے جو مدتوں تک گھر میں بے کار پڑا رہتا ہے۔ جوڑے ایسے قیمتی اور ان پر اتنا
کام کیا جاتا ہے جو ایک دو مرتبہ پہننے کے بعد اکثر بے کار ہو جاتے ہیں اس رسم
میں مالی خسارے کے علاوہ وقار اور غیرت کے خلاف بھی باتیں داخل ہو
گئی ہیں۔ تمام عمر اپنی بیٹی کو گھر میں چھپے چھپے کھلاتے رہے۔ جب اس کا کوئی کپڑا
بازار سے خریدتے تو چھپا کر گھر لاتے۔ اب یہ حال ہے کہ اسی لڑکی کے تمام جوڑے
صحن میں پھیلا رکھے ہیں۔ برادری اور محلے والوں کو دکھائے جا رہے ہیں حتیٰ
کہ ماموں بھی اپنی بھانجی کے جوڑے کو نائی کے ذریعے تشہیر کر رہا ہے۔ کیا یہ بات
غیرت کے خلاف نہیں ہے کہ بیٹی کے کپڑوں کی برادری میں نمائش کی جائے اور
پھر اس نمائش کی تعریف پر فخر بھی کیا جائے جہیز کے جواز میں اکثر علماء کو بھی ایک
بڑی غلطی لگی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ
کو تکیہ، مشک، چکی وغیرہ جہیز میں دی تھی۔ اس لئے جہیز دینا سنت ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اکٹھے رہتے تھے یا علیحدہ بھی۔ جتنے تھے تو محض درویشانہ زندگی گذارتے

تھے اس لئے انہوں نے حق مہر میں جنگ کی زرہ دی تھی کہ دوسرا مال ان کے پاس موجود نہ تھا۔ جب شادی ہوگئی تو ان کے مکان میں کھانے پکانے کے برتن بھی موجود نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اعانت یہ چیزیں دے دیں تاکہ گھر جاکر کھانے پینے کا سامان کرسکیں۔ یہ سامان اپنی بیٹی کی اعانت کا سامان تھا۔ نہ کہ جہیز کا رسمی سامان۔

اگر جہیز دینا سنت تھا تو آپؐ کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں۔ دو لڑکیاں جو حضرت عثمانؓ کو دی تھیں کوئی مولوی بتلا سکتا ہے کہ ان کو کیا دیا تھا اس لئے کہ حضرت عثمانؓ مالدار تھے وہاں ایسی اعانت کی ضرورت بھی نہ تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو جہیز میں بھلا کیا دیا تھا۔ آپ تاریخ و حدیث کی تمام کتابیں پڑھ لیجئے حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ کا جہیز تلاش نہ کرسکیں گے۔ بس یہ معلوم ہوا کہ جہیز کی صورت میں دینا تو ہندوؤں کا رواج ہے لیکن اعانت اور صدقہ کے تحت لڑکی کو دینا درست ہے فقہ میں جو جہیز کا ذکر ہے اس سے [illegible] اعانت اور صدقہ کا سامان مراد ہے نہ کہ رسمی جہیز اب [illegible] کی [illegible] صورت ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق اپنی لڑکی کو جو کچھ دینا [illegible] میں فقط صدقہ کی نیت کرے [illegible] کا موقعہ مال کردے۔ یعنی جہیز دو [illegible] کے بعد سسرال کے گھر بھیجے [illegible] کی تشہیر اور تعریف سے بچ [illegible] جو کچھ دے گا وہ لڑکی کی حقیقی ملکیت میں داخل ہوجائے گا۔ مرنے کے بعد اس جہیز [illegible] میراث [illegible] شادی کے کچھ دنوں بعد

اگر لڑکی مر جائے تو والدین اس کا جہیز واپس نہیں کر سکتے بلکہ میراث کی طرح تقسیم ہو گا۔ اگر اس عورت سے اولاد ہے تو خاوند کو جہیز کا چوتھا حصہ ملیگا اگر اولاد نہیں ہے تو کل جہیز کا نصف حصہ ملیگا۔ خاوند کے دینے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ باقی وارثوں میں تقسیم ہو گا۔

نیوتہ بازی

ہندو مذہب میں رواج تھا کہ لڑکیوں کو ورثہ نہیں دیتے تھے انہوں نے اس کے بدلے میں لڑکی کی شادی پر کچھ رسمی خرچ مقرر کر دیئے یہ رسمی خرچ ہر ایک برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ان پنڈتوں نے یہ تجویز سوچی کہ شادی کے موقعہ پر برادری والوں پر کچھ نہ کچھ مقرر کر دیا جائے اس طرح جو پیسہ جمع ہو جائے گا۔ شادی کرنے میں سہولت ہو جائے گی۔ پھر یہ رسم مسلمانوں میں داخل ہو گئی۔ اب یہ رسم شادی کا جزو لازم بن گئی ہے [illegible]

قباحتوں میں داخل ہو چکی ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چونکہ پانچ بیٹے ہیں اس لئے اسے ان پانچ شادیوں پر سو روپے دینے پڑیں گے اگر دونوں بھائی مر گئے تو سو روپے لینے والا بھائی اپنے بھائی سے اسی روپے سود کھا کر مرے گا۔ اس سود سے لامحالہ قبر میں اسے عذاب ہوگا حضرت تھانوی نے استشراف الجواب میں اس امر پر اچھی بحث کی ہے۔

دوسری قباحت یہ ہے۔ برادری والوں کو جو کھانا شادی پر کھلایا جاتا ہے شرعاً اسے ولیمہ کہتے ہیں۔ بیٹے کی خوشی میں برادری کو بلا کر حسب وسعت کھلا پلا دیا۔ لیکن نیوتہ کی وجہ سے اب یہ ولیمہ فروخت ہونے لگا۔ جو شادی کی روٹی کھاتا ہے اسے لازماً نیوتہ دینا پڑتا ہے پھر بڑا ظلم یہ ہے دولہا کا بڑا چچا جو باپ کے مقام پر ہے اس سے بھی نیوتہ نہیں چھوڑتے نیوتہ ایک ایسی قبیح رسم ہے اگر کوئی ایسے موقعہ پر نہ دے تو اسے برادری کے رجسٹر سے بھی کاٹ دیتے ہیں۔

بعض دیندار وں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ رسمی نیوتہ تو نہیں لیتے لیکن دولہا کی سلامی کے ذریعے کافی کچھ وصول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دلہن علیحدہ وصول کرتی ہے۔ اقارب کا بطور ہدیہ دیتے ہیں اگرچہ قباحت نہ تھی لیکن یہ ہدیہ سلام کی صورت میں وہی نیوتہ کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ اگر اس کے معاوضے میں دوسرے کی شادی پر سلام نہ دیا جائے تو سخت معیوب شمار کرتے ہیں نیوتہ کی مکمل بحث کے لیے میرا رسالہ نیوتہ بازی کا مطالعہ کیجئے۔

اغلاط الواعظین، اجرۃ التراویح (زیر طبع)

ولیمے کا بیان

ولیمہ کرنا سنت ہے شرعاً ولیمہ میں کھانے کے لیے کوئی چیز مقرر نہیں ہے۔ وسعت کے مطابق جتنا چاہے کھلا دے۔ دورِ نبوی میں ستو اور کھجور بھی ولیمے میں کھلائے جاتے تھے اور وسعت والے دُنبے اور بکرے بھی ذبح کر دیتے۔ اب بھی جس کی وسعت نہ ہو صرف شربت اور چائے کا ولیمہ بھی کر سکتا ہے۔ وسعت ہو زردہ اور گوشت بھی کھلا سکتا ہے کھلانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس میں کسی کا امتیاز نہ کیا جائے۔ غریبوں کو دھکے نہ دیئے جائیں۔ بلکہ غریبوں کی زیادہ دلجوئی کی جائے۔ امیر تو روزانہ مرغن کھانے کھاتے رہتے ہیں۔ اب اس ولیمہ میں غریب بھائیوں کو بھی موقعہ دیا جائے جس ولیمے میں غریب کی تحقیر کی جائے اور امیروں کو ممتاز کیا جائے۔ حدیث میں ہے ایسا ولیمہ فخر و نمود کا کھانا ہے اس میں شریک ہونا درست نہیں ہے اقارب اور مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے ولیمہ تین دن تک بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ یہ کھانا فخر و نمود سے بالکل خالی ہو۔ ریا و نمود کے کام میں ایک تو اجر نہیں ملتا دوسرا پیسہ بھی برباد ہو جاتا ہے۔ لڑکی والا بھی اپنے مہمانوں کی ضیافت کر سکتا ہے لیکن اس میں بھی وہی شرائط داخل ہیں۔ ولیمہ کھلانے کے بعد برادری سے کوئی پیسہ وغیرہ نہ لے یہ رقم نیوتہ میں داخل ہے جو شرعاً ایک سودی رقم ہے۔

اس رسم کو توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب ولیمہ کرے برادری سے کچھ بھی

وصول نہ کرے۔ اگر جبراً دیں تو کسی طور پر واپس کر دے۔ اس طرح جب کوئی دوسرا شادی کرے گا برادری والے اس سے بھی کچھ نہیں مانگیں گے۔ لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ لالچ کی وجہ سے کہتا ہے چونکہ ہم نے مدتوں برادری میں اتنے پیسے دے رکھے ہیں اس بیٹے کی شادی پر وصول کر لیتے ہیں، دوسری شادی کے موقعہ پر توبہ کر لیں گے۔ لیکن اس غلط لالچ کی وجہ سے وہ تمام عمر ایک ایسے جال میں پھنس جاتا ہے جس سے نکلنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

نکاح کی رسمیں

نکاح کی رسموں کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا۔ صرف چند اغلاط کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ بعض لوگ خود بھی پڑھے لکھے ہوتے ہیں لیکن نکاح رسماً مولوی سے پڑھواتے ہیں صحابہ کرام اپنی اولادوں کا خود نکاح پڑھ لیتے تھے۔ کیا نکاح پڑھنا بھی کوئی مشکل کام ہے کہ پیشہ ور مولویوں سے یہ کام لیا جائے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ نکاح پڑھنے والے کو اجرت دی جاتی ہے اسلام میں اجرت لینا ثابت نہیں ہے۔ یہ ایک نیکی کا کام ہے اگر دولہا کو قبول و اجابت کرا دیا تو کون سا پہاڑ اٹھا دیا کہ مزدوری کے مستحق ہو گئے۔ نکاح میں دولہا سے کلمہ بھی پڑھواتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے کفر و شرک کیا ہوگا۔ تو توبہ ہو جائے گی لیکن دلہن سے کلمہ نہیں پڑھایا جاتا کیا عورتوں میں شرک و کفر کا احتمال نہیں ہے۔ ایک خرابی یہ ہے کہ جدید طبقہ جن کی زبانوں پر عجمی اور انگریزی کے الفاظ چلتے رہتے ہیں اور عوام جن کی زبان

ذرا سخت ہوتی ہے جس طرح مولوی مخارج حروف کے ساتھ کلمہ پڑھاتے ہیں وہ ان کی صحیح نقالی نہیں کر سکتے۔ ندامت سے دولہا پر ایک بوجھ پڑتا ہے گویا دولہا صاحب کلمہ پڑھنے کا امتحان دے رہے ہیں۔ اکثر نکاح خواں مولوی اس نفسیاتی مرض کو نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی غلط کلمہ پڑھ دے تو اس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے دیکھیے جی ان لوگوں کو کلمہ تک نہیں آتا۔ دلہن کے پاس جو قبول و اجابت کے لیے آدمی بھیجے جاتے ہیں وہ غیر محرم نہ ہوں۔ جب بالغ لڑکی کے سامنے دولہا کا نام لیا جائے تو وہاں حق مہر کا تذکرہ اور قبضہ بھی کرا دیا جائے: نکاح کے وقت جو چھوہارے پھینکے جاتے ہیں۔ اب اس میں مسنون طریقہ نہیں رہا۔ چھوٹے بڑے اور بوڑھے تک دوڑنے لگ جاتے ہیں۔ مجلس میں کھلبلی سی مچ جاتی ہے: بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ میں دیئے جائیں اس سے ہر ایک اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھا رہے گا۔ نکاح میں خطبہ پڑھنا مستحب امر ہے۔ اگر کسی کو خطبہ نہ آتا ہو تو صرف اجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے۔ نکاح خط کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اگر دلہن بہت دور رہتی ہے جس سے آنے جانے کا مصرف کافی پڑ جاتا ہے۔ مثلاً وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ کسی دوسرے ملک میں رہتے ہیں تو صرف خط وکتابت سے نکاح ہو سکتا ہے۔ لڑکی چند گواہوں کے سامنے نکاح قبول کرنے کی تحریر کر دے پھر اسے دولہا والوں کے پاس بھیج دیا جائے۔ دولہا اس تحریر کو پڑھ کر اگر مجلس میں قبول کرے تو نکاح ہو جائے گا۔ عند الضرورۃ نکاح کے گواہ دو مرد بھی کافی ہیں۔ اگر ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے نکاح پڑھا جائے تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔

عورت کا معاوضہ

اسلام میں ہے کہ آزاد انسان کی بیع نہیں ہو سکتی۔ چاہے انسان پر کتنی تکلیف اور غربت آجائے لیکن اسے اجازت نہیں ہے کہ کسی بیٹے کو بیچ کر اپنی تکلیف دور کرے۔ جب لڑکا نہیں بیچ سکتا تو دختر فروشی کیسے درست ہے بعض قوموں اور ملکوں میں لڑکیاں بیچنے کا دستور ہے جہاں زیادہ رقم ملے اس کے حوالے کر دیتے ہیں اس میں اصولاً نقص یہ ہے کہ شادی میں جو لڑکی کی مناسبت کا اصول ہوتا ہے وہ یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ بیچنے والا باپ نہ خاوند کا دین۔ اخلاق اور عمر کا خیال کرتا ہے بلکہ ہر بات سے اسے پیسہ مقدم ہوتا ہے۔ جب ایسا باپ۔ لڑکی کا گوشت بیچ کر کھا جاتا ہے تو اسے میراث بھلا کیسے دے گا۔

دختر فروشی کی دوسری صورتیں یہ ہیں بعض دفعہ صاف قیمت تو طے نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں چونکہ لڑکی کی شادی پر ہمارا اتنا خرچہ اُٹھیگا یہ سارا خرچ تمہیں دینا پڑے گا۔ اسلام میں جتنی وسعت رکھتا ہے اسی میں لڑکی کی شادی کر دے۔ دولہا والوں سے خرچ نہیں لے سکتا۔ یہ پیسہ بھی دختر فروشی میں داخل ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد ان سے چیزیں لینی شروع کر دیں۔ اگر بے چارے نے کسی چیز پر عذر کر دیا تو کہیں گے دیکھو جی ہم نے لڑکی دے رکھی ہے اور یہ دو سیر کھانڈ پر بھی رو رہا ہے بس جی ہم نے اسے دیکھ لیا ہے۔ بعض دفعہ چیز نہ دینے پر رشتے کا

بھی جواب مل جاتا ہے۔ جو لوگ چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیتے ہیں وہ بالغ ہونے تک اچھا خاصہ مال حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر آپ تحریر کرتے جائیں اور شادی کے وقت پر اس کا میزان کر کے سنائیں، امید واثق ہے کہ ہزاروں روپے سے کم نہ ہوگا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے وقت سخت شرائط مقرر کرتے ہیں ہم مکان لیدین اور اتنے زیور لکھوائیں گے۔ اگر یہ روٹھ کر میکے چلی آئی تو ہم ماہوار ایک سو روپیہ لیں گے۔ اگر اس نے مارا تو ہم یوں کر دیں گے۔ ان تمام شرائط کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ہی یہ شرائط ٹوٹیں گے تو ہم اتنا سامان ہڑپ کر لیں گے۔ اگر طلاق ہو جائے گی پھر تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ لڑکی بھی واپس آگئی اور اتنا مال بھی ساتھ گھسیٹ لائی کیا یہ دختر فروشی نہیں ہے۔ بعض والدین خود لڑکی کو سکھلاتے ہیں کہ تم لڑائی جھگڑا کر کے ایسے موقعے بناتی رہو تاکہ یہ آمد ہمیں جلد وصول ہو جائے۔ جو والدین روٹھی لڑکی کا خاوند سے خرچ لکھواتے ہیں کتنی معیوب بات ہے کہ لڑکی کو چند دن روٹی کھلا کر خاوند سے اس کے دام وصول کر رہا ہے۔ حالانکہ اس لڑکی کی میراث باپ کے پاس بطور امانت موجود ہے۔ کیا باپ کے گھر میں بیٹی کو چند روز کھانا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی عورت کو مدت تک ماں باپ کے گھر بٹھلائے رکھے تو قانوناً ان سے خرچ مانگ سکتا ہے۔ بعض دفعہ لڑکی والے لڑکے والوں سے خفیہ رقم لے لیتے ہیں تاکہ شہرت بھی نہ ہو اور حرام بھی کھا جائیں۔ بعض دفعہ داماد سے جبراً کوئی خدمت لی جاتی ہے۔ وہ بے چارہ مجبوراً اپنا کام چھوڑ کر عورت کی خاطر مصیبت برداشت کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ داماد طمع کے وقت

سسر کے پاؤں پر ہاتھ رکھتا ہے جب شادی ہو چکتی ہے تو پھر سسر کی داڑھی پکڑ لیتا ہے۔ عوام لوگ عورت کو گالی دیتے وقت اس کے باپ کی کافی ہتک کرتے ہیں۔ عورت اپنے باپ کی ہتک اس لیے برداشت کر لیتی ہے کہ باپ نے اس کے خاوند کو واقعی کافی ذلیل کیا تھا۔ یہ سب باتیں دختر فروشی کے مترادف ہیں۔ تمام آئمہ نے لکھا ہے کہ شادی کے موقعہ پر داماد سے جو کچھ لیا جائے گا یہ سب چیزیں حرام اور رشوت میں داخل ہیں۔

ہاں داماد صلہ رحمی کے تحت اپنے سسرال کو کچھ دے سکتا ہے۔ آخر وہ بھی باپ کا مقام رکھتا ہے۔ اگر وہ محض غریب لوگ ہیں تو ان کی اعانت بھی کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں لڑکی کا معاوضہ مد نظر نہ ہو۔ صلہ رحمی کی اعانت اور بات ہے اور معاوضہ کی چیزیں اور ہیں۔ اپنے دل کا مفتی بتلا سکتا ہے کہ میں یہ چیز کس غرض کے لیے دے رہا ہوں اور لڑکی والا بھی فرق کر سکتا ہے کہ یہ چیزیں کس نیت اور غرض سے لے رہا ہوں۔

اب شرعی حکم ملاحظہ فرمایئے۔

ومن السحت ما یاخذہ الصھر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ

(فتاویٰ شامی)

اپنی لڑکی کی وجہ سے سسر اپنے داماد سے جو کچھ لیتا ہے وہ حرام مال ہے اگرچہ وہ اپنی خوشی سے کیوں نہ دے اگر لینے میں داماد کو مجبور کرے تو یہ مال اسے واپس کرنا ہو گا۔

لا یجوز لاب البنت باخذ

لڑکی کے باپ کو یہ بات درست

من الخاطب شيئًا لانه رشوة	نہیں ہے کہ شادی کے وقت اپنے داماد
حرام (عالمگیری)	سے لینے کا مطالبہ کرے ایسا مال بالکل حرام ہے اور رشوت میں داخل ہے۔

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے۔ لڑکی کی شادی پر داماد سے جو کچھ وصول کرے گا اگرچہ وہ اپنی خوشی سے دے رہا ہو ہرگز نہ لے بلکہ واپس کر دے کیونکہ نکاح اور شادی کے موقعہ پر جس طریقے سے بھی داماد سے مال آئے گا وہ لڑکی کے معاوضے میں شمار ہوگا۔ اگر لڑکی والا لینے پر مجبور کرے کہ یہ چیزیں اگر نہ دوگے تو میں لڑکی نہیں دوں گا۔ تو یہ صاف رشوت اور حرام مال ہے اسے لازماً واپس کرنا ہوگا۔ اب آپ آج کل کی شادیاں بھی دیکھ لیں کہ کس طرح لڑکی والا شادی اور نکاح کے موقعہ پر اپنے داماد کا خون چوس لیتا ہے۔

بٹے سٹے کا نکاح

جن قوموں میں دختر فروشی کا رواج تھا۔ ان میں یہ رواج بھی تھا کہ لڑکی کی قیمت کے بدلے دوسری لڑکی کے لیتے۔ پھر یہ رسم عام ہو گئی۔ کہ لڑکی کے عوض دوسری لڑکی لینے لگے۔ اگر حسین ہوتی تو اس کے عوض دو لڑکیاں بھی لے لیتے۔ اسلام آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو ملیا میٹ کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔

لا شغار فی الاسلام	اسلام میں لڑکی کے عوض لڑکی لینا

(مسلم)
درست نہیں ہے۔

بعض آئمہ نے شغار کی یہ تعریف کی ہے کہ اگر لڑکی کے حق مہر کے عوض دوسری لڑکی لی جائے تو جائز نہیں ہے۔ اگر دونوں لڑکیوں کا حق مہر مقرر کر دیا جائے تو پھر بٹے سٹے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اکثر صحابہ اور آئمہ علم نے اس تعریف سے انکار کیا ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ایسا نکاح ہوا تھا اور دونوں لڑکیوں کا حق مہر بھی مقرر تھا۔ لیکن آپ نے حکم لکھا کہ ان دونوں لڑکیوں کا نکاح ختم کیا جائے کیونکہ یہ شغار میں داخل ہے۔ اس حکم کے تحت شام اور عراق اور مدینہ میں ہزاروں صحابہ اور تابعین موجود تھے لیکن کسی نے اس حکم پر انکار نہیں کیا۔ اس لئے اکثر اہل علم اور آئمہ کا مسلک یہی ہے کہ اسلام میں ہر قسم کا بٹہ سٹہ ناجائز ہے۔ لیکن احناف یہ قید لگاتے ہیں کہ اگر دونوں طرف سے حق مہر مقرر ہو تو نکاح درست ہو جائے گا۔ لیکن اس دور میں وہی مفاسد پھر داخل ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے اس رسم کو ختم کیا گیا تھا۔ ان مفاسد کی وجہ سے احناف کی شرط بھی مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔ عام مفاسد یہ ہیں

۱۔ ایک لڑکی کو اگر شرعی قصور پر طلاق دی جائے تو دوسری طرف سے بلا وجہ طلاق لے لیتے ہیں اگر وہ انکار کریں تو جبراً یا تنسیخ کے قانون سے طلاق کرا لیتے ہیں

۲۔ اگر ایک لڑکی کو جائز صورت میں مارا جائے تو دوسری طرف اس لڑکی کو بلا وجہ مارتے ہیں۔ اگر وہ روٹھ کر گھر آجائے تو دوسری کو خواہ مخواہ گھر سے

دھکیل دیتے ہیں۔

۳۔ اگر ایک لڑکی کسی غلطی کی وجہ سے معلقہ بیٹھی ہے تو دوسری کو جبراً معلقہ بنا کر بٹھا دیں گے۔

۴۔ اگر ایک لڑکی کا خاوند فوت ہو جائے تو اسے عدت کے بعد آزاد نہیں کرتے بلکہ جبراً اس کے دیور یا دوسرے کسی رشتہ دار کے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں۔ اگر بالغ نہ ملے تو کسی نابالغ کے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں۔

۵۔ ایک لڑکی نابالغ ہو اور دوسری اس کے عوض میں اگر بالغ ہو تو اس سے زائد روپیہ طلب کرتے ہیں۔

۶۔ اگر ایک لڑکی حسینہ ہو تو اس کے عوض میں دو لڑکیاں طلب کرتے ہیں

۷۔ اگر بٹہ والی لڑکی فوت ہو جائے تو بعض جاہل مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس کے عوض دوسری لڑکی دو۔

۸۔ اگر فریقین میں لڑائی ہو جائے تو ایک دوسرے کی لڑکی گھر لے آتے ہیں جب تک صلح نہ ہو بلاوجہ حبس کر کے بٹھائے رکھتے ہیں۔

۹۔ اگر حق مہر میں ایک زمین یا مکان لکھوائے تو دوسرا بھی اتنی مالیت کی زمین اور مکان لکھوائے گا۔ اگر طلاق کے بعد ایک واپس کر دے تو دوسرے کو بھی جبراً واپس کرتا ہو گا۔

ان مقاصد کے تحت ہمارے ملک کے مشہور حنفی مفتی رشید احمد لدھیانوی احسن الفتاوی میں لکھتے ہیں

کہ ایسا بٹہ سٹہ بیع کے حکم میں ہے اور بیع الحر حرام ہے اور عوض کا لفظ

بھی دال علی البیع ہے ان وجوہات کی وجہ سے عوض کی مروج رسم بیع الحرہ کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (ان مفاسد کے باوجود اگر نکاح ہو گیا) تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاوی ص۲۷)

یعنی ایسے نکاح کو احناف کے نزدیک فسخ نہیں کرا سکتے۔ اگرچہ ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ اہل انصاف پر لازم ہے کہ ایسے بٹے سٹے سے کلیتہً اجتناب کریں ورنہ ان مفاسد کی وجہ سے لڑکی کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔

شادی میں ناچ باجے کا حکم

اسلام سے قبل یہ رسم تھی کہ بعض لوگ کسی خدشے کی وجہ سے خفیہ شادی کر لیتے تھے۔ پھر تہمت میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پوشیدہ نکاح سے منع کر دیا اور اس رسم کا علاج اس طرح فرمایا۔

اعلنوا النکاح ولو بالدف (ترمذی)

نکاح کے ساتھ اعلان بھی کیا جائے اگرچہ وہ اعلان دف کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

دف ایک چھوٹا سا طبل تھا جو ایک طرف سے منڈھا ہوا ہوتا عموماً اعلان کے لئے یا جنگوں میں اسے استعمال کرتے۔ دورِ نبوۃ میں یہ اعلان کس طرح کرتے۔ محدث شاہ اسحاق دہلوی ایک حدیث سے نقل کرتے ہیں۔

ابو المہاجر ایک صحابی سے سوال کرتے ہیں کہ دورِ نبوۃ میں نکاح میں دف کے ساتھ کس طرح اعلان کیا جاتا تھا وہ فرماتے ہیں جب کوئی شادی ہوتی

تو گھر والے کسی غلام عورت سے کہتے کہ اونچی جگہ بیٹھ کر دف کو ئی لکڑی مار مار کر اعلان کر دے۔ اس سے تمام لوگوں کو شادی کا پتہ چل جاتا۔

(مسائل اربعین ص۸۱)

تمام آئمہ نے تصریح کی ہے کہ دف وہ چیز ہے جس کے ساتھ چھانجھ اور گھنگرو وغیرہ نہ ہوں اور نہ اسے آلات طربیہ کے فن کے مطابق بجایا جاتے۔ جیسے دیہاتوں میں ماہ رمضان میں افطار اور سحری کے موقعہ پر ڈگ ڈگ کر کے اعلان کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ دف بجانے سے صرف نکاح کی تشہیر کرنی مقصود ہے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کسی نے خفیہ نکاح کر لیا تھا اس پر کسی نے زنا کی تہمت لگا دی، وہ عدالت میں پیش ہوا اور اپنے خفیہ نکاح کے دلائل پیش کئے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سختی سے آرڈر جاری کر دیا۔ کہ آئندہ ہر نکاح میں تشہیر لازمی ہے۔ (کشف الغمہ ج ۱۲۶/۱۷)

پہلے دور میں چونکہ اعلان کے لئے یہی دف استعمال کی جاتی تھی اس لئے اس کا حکم باقی رہا۔ اب اس دور میں اعلان کے ہزاروں ذرائع پیدا ہو گئے ہیں اس لئے دف کا حکم جاتا رہا۔ جیسے دیہاتوں میں جب سے سپیکر آ گئے ہیں تو مسجدوں میں نقارے ختم ہو گئے ہیں۔ اب تشہیر کے لئے خطوط کا اعلیٰ انتظام ہے ٹیلیفون اور اخبار تک موجود ہیں۔ لہذا اب شادی میں کسی آلات بجانے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ باقی رہا شادیوں پر آجکل جتنے فحاشی کے گانے اور ڈھول باجے بجائے جاتے ہیں۔ اس سے فحاشی اور

عیاشی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ مالی اسراف کے علاوہ جنسی اخلاق پر بہت ہی گندا اثر پڑ رہا ہے۔

حق مہر کا بیان

شادی کے بعد جب عورت خاوند کے ماتحت زندگی گذارتی ہے سکھ دکھ میں پورا ساتھ دیتی ہے۔ بچوں کی پرورش، گھریلو ذمہ داری پوری ادا کرتی ہے اس کا حق ہے کہ شادی کے وقت احسان کے طور پر اسے کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے ایسے دینے کو شرعاً حق مہر کہتے ہیں۔ اسلام میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی کیونکہ ہر ایک آدمی کا ایک سا حال نہیں ہوتا۔ کوئی کروڑ پتی ہوتا ہے کوئی نان شبینہ کو بھی محتاج ہوتا ہے لیکن شادی کی احتیاج دونوں کو ہے۔ اس لئے اسلام نے وسعت کے مطابق اجازت دے دی ہے۔ آج کل جو شرعی حق مہر بتیس روپے یا مہر فاطمی بہت مشہور ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ رسم ایسی گھس گئی ہے کہ جھونپڑی والا بھی بتیس روپے حق مہر باندھ رہا ہے اور مالدار بھی اس شرعی آڑ میں کم باندھ رہا ہے۔ باقی شادی کی فضول رسموں پر ہزاروں روپے خرچ کر رہا ہے۔ لیکن کہتے ہیں ہم تو مہر فاطمی دیں گے۔ حضرت علیؓ نے تو غربت کی وجہ سے کم دیا تھا کیا آپ تمام لوگ غریبی کا شکار ہو رہے ہیں آپ مہر فاطمی کی نقل تو کرتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والی حضرت ام حبیبہؓ کے حق مہر کی نقل کیوں نہیں کرتے جن کا حق مہر ہزاروں روپے کی مقدار میں تھا۔ اب دورِ

نبوت میں حق مہر کا فرق دیکھئے۔

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو حق مہر میں زرہ دی تھی جس کی قیمت پانچ سو درہم بنتی ہے۔ پاکستان سے قبل چاندی کا روپیہ تھا اس لحاظ سے ایک سو تیس روپیہ قیمت بنتی ہے گویا ۱۳۲ تولہ چاندی کے برابر قیمت تھی اب ایک تولہ چاندی کی قیمت پندرہ روپے ہے تو اس وقت ۱۹۸۰ روپے بنیں گے حضرت ام حبیبہؓ کا حق مہر نجاشی بادشاہ نے ادا کیا تھا جو کہ چار ہزار درہم تھا جن کی موجودہ قیمت پندرہ ہزار آٹھ سو چالیس روپے بنتی ہے۔

حضرت خدیجہؓ کا حق مہر پانچ سو درہم کے اونٹ تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کا حق مہر ایک برتنے کی چیز تھی جس کی قیمت دس درہم تھی۔ حضرت سودہؓ کا حق مہر چار سو درہم تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھروالیوں کے حق مہر کا بیان ہے بعض کا دس درہم اور بعض کا سینکڑے اور بعض کا ہزاروں درہم حق مہر تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں حق مہر کی حد مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ایک عورت نے قرآن کی آیت سے آپ کا رد کر دیا اور آپ اس خیال سے رک گئے۔ اس لئے موجودہ دور میں کسی خاص عدد کو حق شرعی کہنا بالکل صریح غلطی ہے بلکہ جتنی وسعت ہے اتنا باندھ دے۔ ہاں اس میں افراط تفریط منع ہے خاوند کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کی جائداد لکھوا لینا یا اس خطرے سے کہیں دوسری شادی نہ کرے یا اسے چھوڑ نہ دے حد سے زیادہ حق مہر بندھوانا بالکل ناجائز ہے۔

حق مہر دینے کی صورت یہ ہے کہ نکاح کے وقت اس مال پر عورت کا قبضہ

بھی کرا دیا جائے۔ ابو داؤد میں ہے جب تک حضرت علیؓ نے حق مہر ادا نہیں کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کی رخصتی نہیں کی تھی۔ ہاں عذر سے بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ بعض والدین لڑکی کا حق مہر خود کھا جاتے ہیں جو بالکل ناجائز ہے۔ بعض مرد اپنی عورت سے معاف کرا لیتے ہیں یہ کام وہ مرد کرتے ہیں جو کنجوس ہوتے ہیں اور مردانہ غیرت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ کیا یہ مردانگی ہے کہ چند روپوں کی خاطر عورت کے آگے ہاتھ باندھ بیٹھے کہ بیوی صاحبہ مجھے للہ معاف کر دیجئے۔ بعض خاوند مہر کے سلسلے میں دھوکہ دیتے ہیں یا دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے جو عورت کا حق مہر کھا جائے یا اس میں کسی قسم کا دھوکہ دے قیامت کے دن زانی ہو کر اٹھے گا۔ (ترغیب)

حق مہر میں میراث بھی جاری ہو گا۔ آئمہ کرام فرماتے ہیں۔ ایک آدمی مر گیا ہے اور اس کے ذمہ حق مہر ادا کرنا باقی ہے مرنے کے بعد اگر اس کی تمام جائداد وارثوں میں تقسیم ہو گئی ہے تو یہ تقسیم شرعاً باطل ہو جائے گی۔ تمام وارثوں کی جائداد سے پہلے حق مہر ادا کیا جائے گا۔ تب بقیہ جائداد کے وارث حقدار بن سکتے ہیں ورنہ غاصب شمار ہوں گے۔ (عالمگیری)

اگر عورت اپنی مرضی سے حق مہر معاف کر دے تو پھر بھی خاوند قبول نہ کرے۔ حدیث میں ہے کہ عورت حق مہر صرف دو وجہ سے معاف کرتی ہے یا تو اسے سوکن کا خطرہ ہو یا خاوند اس پر کوئی ظلم کرتا ہے وہ اس مصالحت اور مدافعت کے لئے حق مہر چھوڑ دیتی ہے تاکہ اس کے ظلم سے چھٹکارا حاصل

ہو سکے (مغنی مع لابن قدامہ) اس کے علاوہ باقی تمام صورتیں اشتباہ سے خالی نہیں ہیں اور نہ اسے طیبِ نفس کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

بالغ ہونے پر جلدی شادی کا حکم

جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائے اور اس میں شادی کی تمام صلاحیتیں پائی جاتی ہوں۔ تو اس کا فطری حق ہے کہ اس کی شادی میں بالکل تاخیر نہ کی جائے اس تاخیر کے عرصے میں جتنے اخلاقی اور جسمانی مفاسد کا صدور ہو گا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری اور عذاب اس کے سرپرست یا والدین پر عائد ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ا جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو (اس کے والد کا حق ہے) کہ اس کا اچھا نام رکھے۔ اور اس کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کرے۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی جلدی کر دے۔ بالغ ہونے پر اس کی شادی نہ کی گئی اور وہ لڑکا گناہ میں گرفتار ہو گیا تو اس کا دبال اس کے باپ پر عائد ہو گا

(بیہقی مشکوٰۃ ص ۵۰۳)

دوسری حدیث میں ہے۔

۲ جس مسلمان کی لڑکی بارہ برس میں بالغ ہو جائے اور وہ اس کی جلدی شادی نہ کرے اس تاخیر کی وجہ سے لڑکی اگر گناہ کی مرتکب ہو گئی تو اس گناہ کا دبال اس کے باپ پر ہو گا۔

(بیہقی مشکوٰۃ ص ۵۰۳)

حضرت حاتم اصم ؒ فرماتے ہیں :۔

کسی کام میں جلد بازی اگرچہ اچھی نہیں ہے لیکن پانچ کام ایسے ہیں جن میں عجلت بالکل معیوب نہیں ہے بلکہ ان میں جلدی کرنا بڑا ثواب ہے

۱۔ مہمان کو روٹی کھلانے میں (۲) میت کو دفن کرنے میں (۳) بالغ کی شادی کرنے میں (۴) قرض ادا کرنے میں (۵) گناہوں سے توبہ کرنے میں۔

(الابداع ص ۲۴۳)

حضرت امام شعرانی جو اپنے دور میں مشہور امام اور اکابر اولیاء میں شمار ہوتے تھے۔ جوان لڑکی کی شادی کا دستور لکھتے ہیں۔

اذا بلغت كريمتنا نبادر بتزويجها ولا نقيد تزويجها على احد معين ولا على نظام فيه تعنت فربما نفرت نفوس الناس من تزويجها بسبب ذلك بل نزوج لكل مسلم يأتيها بالرغيف

(بحر المورود ص ۱۹۷)

جب لڑکی بالغ ہو جائے تو ہمیں چاہیے کہ اس کی شادی کا جلدی انتظام کر دیں کسی مخصوص رشتے کے لئے اسے تاخیر کی قید میں نہ رکھیں لینے والوں پر ایسے شرائط مقرر نہ کریں کہ شادی میں رکاوٹیں کھڑی ہو جائیں اور لوگ اس رشتے سے نفرت کرنے لگیں بلکہ ہر مسلمان جو خرچ دینے کی معمولی استعداد بھی رکھتا ہو اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دیں۔

امام شعرانی ؒ نے اس دستور میں چار اصول لکھے ہیں۔ یہ ایسے نفیس اصول

ہیں جن میں ہر قسم کے مفاسد کا سد باب کر دیا گیا ہے۔ اب ہر اصول کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے تاکہ ان مفاسد کی نوعیت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

۱۔ پہلا اصول یہ ہے کہ بالغ ہونے پر شادی جلدی کر دے۔ یہ اس لیے کہ بالغ ہونے پر جنسی جذبات کی پوری تکمیل ہو جاتی ہے اگر اس کا فوری مداوی نہ کیا گیا تو اس کی بندش اور تاخیر میں ان جذبات کو آگ لگنے کا احتمال ہے

حدیث میں ہے:۔

الشباب شعبة من جنون   جوانی کے جذبات جنون کا حصہ ہیں

اب بتلایئے وہ کونسی طاقت ہے جو شباب کے جنون کو روک سکے۔

۲۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی مخصوص فرد کے لیے لڑکی کو قید میں نہ رکھیں اس اصول کے چند مفہوم ہیں بعض لوگ صلہ رحمی کے تحت اپنے بھائی کو لڑکی دینا چاہتے ہیں۔ لیکن لڑکا کافی چھوٹا ہے وہ اس کے جوان ہونے تک لڑکی کو قید میں رکھتے ہیں اب ظاہراً تو وہ صلہ رحمی کی نیکی پر عمل کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں نیکی کی صورت میں وہ ایک بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ صلہ رحمی میں وہ رشتہ قابل اجر ہے جس میں لڑکی اور لڑکے کے تناسب اور ان کے فطری حقوق کو مد نظر رکھا گیا ہو بعض لوگ خاندانی وقار کی خاطر اونچے خاندان کا لڑکا تلاش کرتے ہیں اگر ایسا لڑکا نہ ملے تو لڑکی کو اس وقار کی خاطر کافی عرصہ تک بٹھلائے رکھتے ہیں بعض دفعہ قدرت کی طرف سے اس قانون شکنی کا عبرتناک انتقام لیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ حمل گرائے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ لڑکی خودکشی کر لیتی ہے۔

ہم نے طوفاں سے دوستی کرلی
بے رُخی دیکھ کر کنا روں کی

بعض لوگ سماجی رواج یا جہیز پورا نہ ہونے پر لڑکیوں کو حبس کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ہر سماجی رواج جو شادی میں رکاوٹ کا باعث بنے ایک بدترین ملعون رواج ہے۔ جہیز صرف وسعت کے مطابق رکھا گیا ہے جتنا میسّر ہو سکے تیار کر کے لڑکی کو جلدی رخصت کر دینا چاہیئے۔ بعض لوگ بٹے سٹے کی منحوس سودا بازی میں گرفتار ہو کر اپنی لڑکی کو سزا دیتے ہیں۔ طرفین سے نکاح ہو جاتا ہے۔ اب اگر ایک فریق بگڑ گیا تو دوسرا بھی اسے نہیں دیتا۔ خاندانی تنازعات بڑھ جاتے ہیں بعض دفعہ مقدمے تک نوبت پہنچ کر تنسیخ کے ملعون لارے سے اس کا مداوی کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ شادی کے وقت سخت شرائط مقرر نہ کرے بعض لوگ شادی کے وقت خاوند سے تحریری پابندی کرواتے ہیں روٹھ جانے پر اتنا ماہانہ دینا پڑے گا۔ مارنے پر اتنا جرمانہ ہوگا۔ تعیش اور آرائش کے لیئے فلاں فلاں چیز دینی ہوگی۔ دوسری شادی کا اختیار نہ ہوگا۔ یا فلاں جگہ لڑکی کو رکھنا ہوگا۔ والدین کو ہر مہینے ملانا ہوگا۔ جو اس کے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو وہ ہمیں دینی پڑے گی۔ اس قسم کے ہزاروں خرافات تحریر کرائی جاتی ہیں۔ ان خرافات کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ خاوند کو ہر طرح سے ذلیل کیا جائے۔ نام کا تو خاوند ہو لیکن حقیقت میں اس کا دست بستہ غلام بن کر رہ جائے۔

؎ مدت کے بعد اذنِ تبسم ملا مگر
وہ بھی کچھ ایسا تلخ کہ آنسو نکل پڑے

۴۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ جس مسلمان میں خرچ دینے کی استعداد ہو اسے لڑکی دے دے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ رشتے میں اس کی مالی حیثیت کو اس پیمانے سے نہ ناپا جائے کہ اس معیار پر معمولی وسعت والا بالکل نہ اتر سکے۔ کیونکہ مالی حالات ہمیشہ تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کی وسعت بڑھ جائے۔ یا خوشحالی بدحالی میں بدل جائے۔

لڑکی کی شادی میں یہ ایسے چار اصول ہیں اگر ان پر صحیح طریقے پر عمل کیا جائے تو ہر قسم کے مفاسد سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:۔

اس طرح بعض بد اندیش کنواری لڑکیوں کو بالغ ہو جانے پر بھی کئی کئی سال بٹھلائے رکھتے ہیں محض ناموری کے سامان کی انتظار میں شادی نہیں کرتے حتیٰ کہ تیس تیس اور کہیں چالیس چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتی ہیں لیکن اندھے سرپرستوں کو کچھ نظر نہیں آتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔

حدیثوں میں جو وعید آئی ہے کہ اس تاخیر میں اگر لڑکی سے کوئی لغزش ہو گئی تو اس کا گناہ باپ پہ ہو گا۔ اگر کسی کو اس وعید کا بھی خوف نہ ہو لیکن دنیا کی آبرو کو تو دنیا دار اچھی طرح سمجھتے ہیں چنانچہ کہیں حمل گرائے گئے کہیں لڑکیاں کسی کے ساتھ بھاگ گئیں۔

اگر کسی خاندان میں ایسا نہ ہو تو وہ مظلوم لڑکیاں سرپرستوں کو دل ہی

دل ہی کوستی رہتی ہیں۔ چونکہ وہ نہایت بے بس ہیں اس لیئے ان کا صبر اور دل ہی کوسنا خالی نہیں جاتا۔ ایسے لوگوں کو یہ بھی شرم نہیں آتی خود تو باوجود بڈھے ہوتے کے اپنی بڑھیا بیگم کو خلوت میں لے جاکر عیش و عشرت کرتے ہیں اور جس غریب لڑکی کے عیش کا موسم ہے وہ پہرہ داروں کی طرح ماما اصیلوں کے ساتھ گھر کی چوکسی کرتی ہے۔ (جامع المجددین صفحہ ۳۸۴)

خود کو فریب دو کہ نہ ہو تلخ زندگی

ہر سنگ دل کو جانِ وفا کہہ لیا کرو

شادی نہ کرنے سے مہلک امراض کا صدور

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جب کافی عرصہ تک شادی سے روک دیا جاتا ہے اس فطری قانون کی خلاف ورزی میں جہاں ان کے اخلاق پہ بڑا اثر پڑتا ہے۔ اطباء کے نزدیک ان میں چند مہلک امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جوان لڑکیوں کو جب ہیسٹریا کے دورے پڑتے ہیں تو بعض نادان لوگ انہیں دوسرے امراض پر محمول کر کے ان کا علاج کراتے رہتے ہیں۔ بعض توہم پرست اُنہیں آسیب یا جادو کا سبب سمجھ کر مزاروں اور پیروں کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

اب آئمہ کرام اور محققین اطباء کی تحقیق پر غور کیجیئے کہ انہوں نے کتنے مضبوط دلائل سے ان امراض کی نشان دہی فرمائی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :۔

جالینوس کا قول ہے کہ انسان کے مادہ تولید پر آگ اور ہوا کا زیادہ غلبہ ہے اور اس کی طبیعت کا مزاج گرم اور سرد ہے۔ مادہ تولید کا فاضل حصہ جب روک لیا جاتا ہے یا کسی عارضے سے رک جاتا ہے اور اسی طرح ایک عرصہ تک رکا رہتا ہے تو اس سے جسم میں مہلک قسم کی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی وسواس اور وہم کا مرض پیدا ہو جاتا ہے کبھی مالیخولیا اور جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی مرگی کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اگر یہ مادہ تولید حد اعتدال پر خارج ہوتا رہے تو صحت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے اس وجہ سے آدمی بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اگر اسے کافی عرصہ تک روک دیا جائے تو اس مادہ تولید میں زہریلا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

(زاد المعاد ص ۱۳۵/ج ۲)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں

انسان میں جب مادہ تولید کی زیادتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت عورتوں کی طرف دیکھنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے اور یہ اس کا مشغلہ بن جاتا ہے رفتہ رفتہ عورتوں کی محبت اس کے دل میں جگہ بنانے لگتی ہے جس کی وجہ سے تقاضے میں سخت شدت پیدا ہو جاتی ہے یہ حالت عموماً شباب کے دور میں ہوتی ہے اگر اس کی جلدی شادی نہ کی جائے تو یہ حالت بالآخر اسے زنا کے لئے ابھارتی ہے اور اس کے اخلاق دن بدن گندے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر یہ خواہش اسے بڑے بڑے خطروں میں ڈال دیتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۵۸/ج ۲)

نفیسی جو طب کی ایک مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے :۔
(حبس کرنے میں) مادہ تولید زہر آلود طبیعت میں بدل جائے گا اور یہ
مادہ دل اور دماغ کی طرف زہر آلود بخارات کی صورت میں اوپر چڑھیگا
جس سے غشی اور مرگی اور اس طرح کی دوسری بیماریاں پیدا ہو جائیں گی
(نفیسی ص ۴۱۳)

محدث ابن جوزیؒ لکھتے ہیں ۔
محمد بن زکریا رازی جو طب کے ایک مشہور امام ہیں وہ فرماتے ہیں
میں ایسے لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں جو شادی کی پوری صلاحیت رکھتے
تھے لیکن انہوں نے غلط تصرف کی آڑ میں عبادت کی خاطر تجرد کو ترجیح دی
اس مجاہدے کی وجہ سے ان میں جنسی تقاضے کی خواہشات کم ہو گئیں اور
ان کے جسموں میں برودت آگئی اور ان کے چلنے پھرنے اور ہضم میں دشواری
پڑ گئی ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ شادی نہ کرنے کی وجہ
سے اس کی خواہش طعام زائل ہو گئی تھی اور یہ حالت ہو گئی کہ اگر تھوڑا سا کھانا
کھاتا تھا تو اسکو ہضم نہیں ہوتا تھا بلکہ قے کر دیتا تھا ۔ پھر جب اس نے شادی کر لی
تو یہ بیماریاں خود بخود زائل ہو گئیں ۔

اکثر خام صوفیہ جنہوں نے ترک دنیا کے مجاہدے میں اپنے آپ کو شادی
سے بالکل ناامید کر دیا جب جنسی تقاضے نے ان کو مضطرب کیا تو ان کی یہ
حالت ہو گئی کہ خوبصورت لڑکوں کی صحبت سے راحت حاصل کرنے لگے
(تلبیس ابلیس ص ۳۶۸)

۔ شیخ صاحب کا تقدس دیکھئے
میکدے کے موڑ پر پائے گئے

طب کی تمام بڑی بڑی کتابوں میں لکھا ہے۔ سقراط افلاطون۔ ارسطا طالیس کے رائے میں جنسی ملاپ صحت انسانی کے لئے نہایت ضروری چیز ہے اس کے ترک سے اکثر جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ جالینوس نے لکھا ہے کہ شباب میں تجرد سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ زکریا رازیؒ لکھتے ہیں کہ اس کے ترک سے فریسموس کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

(مسرت ازدواج ص۳۴)

علامہ داؤد انطاکی جو طب کے ——— مشہور امام ہیں وہ لکھتے ہیں شادی کی تاخیر کی وجہ سے لڑکیوں اور لڑکوں میں مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لڑکیوں میں جو اختناق الرحم کی مرض ہوتی ہے وہ اکثر اسی وجہ سے ہوتی ہے جنون اور مرگی اور برسام کی امراض بھی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ رعشہ، وجع المفاصل اور نقرس جیسی مہلک امراض بھی بعض دفعہ جنسی تقاضے کے حبس کرنے سے جنم لیتی ہیں۔

(تذکرہ انطاکی ص ۶۱/۲۲)

آئمہ کرام اور محققین اطباء کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ شادی کے فطری قانون میں دیر کرنے سے انسان کو کتنے مہلک امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے بعض دفعہ ان امراض کا عذاب تمام عمر جھیلنا پڑتا ہے۔

مسنون شادی کا مختصر طریقہ

لڑکا لڑکی جب بالغ ہوجائے تو شادی کا جلدی اہتمام کرے، شادی کے رسمی خرچ کی خاطر انہیں دیر تک نہ بٹھلائے جو کچھ وسعت ہو خرچ کرکے اپنے سر سے جلدی وزن اتار دے، رشتے میں حسن اور کثرت مال کو مدنظر نہ رکھے۔ کیونکہ ایسی شادیوں میں انجام اچھا نہیں نکلتا بلکہ رشتے میں صرف دین اور اخلاق کو ترجیح دے۔ رشتے میں کڑی شرائط عائد نہ کرے اور نہ لڑکے والوں سے کوئی جہیز لے۔ بات طے کرنے سے قبل اپنی منسوبہ کو کسی طرح دیکھ لے اگر یہ ناممکن ہو تو پھر کسی دانا عورت کے ذریعے حالات اور شکل معلوم کرلے۔ حالات معلوم کئے بغیر بالکل رشتہ نہ کرے ورنہ زندگی برباد ہوجائے گی۔ لڑکی اگر جوان ہے تو کسی ذریعے سے اسکی اندرونی رائے معلوم کرے اپنے اور رسمی وقار کا قانون نہ چلائے۔ اگر لڑکی کا نباہ نہ ہوا تو اس وبال کا عذاب والدین کو بھگتنا پڑے گا۔ منگنی میں صرف زبانی وعدہ کافی ہے۔ نہ اس میں حجام کی ضرورت ہے، نہ جوڑے اور نشانی کی حاجت، نکاح پڑھانے کے لئے نکاح خواں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود بھی نکاح کرسکتا ہے نکاح کی تقریب میں اقارب واحباب کو بلالیں۔ لڑکی کے محرموں کو اندر بھیج دیں وہ اسے کہیں ہم تیرا نکاح فلاں ابن فلاں سے اتنے حق مہر پر کرنا چاہتے ہیں کیا تجھے منظور ہے؟ پھر باہر مجلس میں آکر لڑکے کو کہیں ہم فلاں بن فلاں کو تیرے عقد میں دینا چاہتے ہیں کیا تجھے منظور ہے، دولہا کو کلمہ اور ایمان کی شرائط پڑھانا درست نہیں ہے اگر نکاح کا خطبہ

آتا ہو تو پڑھ دے ورنہ نکاح ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد چھوارے یا کوئی اور چیز تقسیم کر دے چھوارے پھینکنے اگرچہ جائز ہیں لیکن بعض آئمہ نے منع کیا ہے کہ اس سے مجلس میں افراتفری اور بے تہذیبی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر نکاح خود نہ پڑھا سکے تو پھر کسی مولوی کو بلالے لیکن اسے ایک پائی بھی نہ دے۔ بہتر یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کرے تاکہ اعلان بھی ہو جائے اور جگہ بھی برکت کی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مجلس میں لہو و لعب بھی نہ ہوگا اور حقے سگریٹ کی خدمت نوازی سے بھی بچ جائیں گے۔ نٹ، بھانڈ، ہیجڑے جو ایسے وقت میں گھس آتے ہیں مسجد کے ڈر سے بھاگ جائیں گے۔ جہاں بارات نے جانا ہو مروجہ دھوم دھام سے نہ جائیں۔ آدمی مختصر ہوں، عورتیں ہمراہ نہ جائیں۔ لڑکی والا اگر غریب ہے زیادہ مہمان نہ لے جائیں۔ لڑکی کی رخصتی پر تمام رسموں کو ترک کر دے۔ دولہا کو اندر نہ بھیجے۔ گھر آکر تمام احباب کو بلا کر دستور کے مطابق ولیمے کی دعوت کھلا دے۔ لیجئے اب خیر و خوبی سے شادی ختم ہو گئی۔ کتنا مختصر اور آسان طریقہ ہے۔ عمل کر کے دیکھ لیں ہزاروں آفات سے بچ جائیں گے اور تمہاری آنے والی نسل تمہیں تاابد دعا دیتی رہے گی۔

فخرِ کونین کی بیٹی کی شادی

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تقریباً پندرہ برس کی ہو گئیں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام

دیا آپؐ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے۔ ظاہر وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں حضرات شادی شدہ تھے گھر میں بچے تھے ان کا نظام نہایت سکون کے ساتھ چل رہا تھا۔ بلا سبب لڑکی کو سوکن پہ دینا اور گھریلو سکون میں تعطل پیدا کرنا آپؐ نے غیر مناسب سمجھا اس لئے ان کے جواب میں آپؐ نے خاموشی اختیار کر لی۔

جب دونوں حضرات نے قرینے سے آپؐ کی اندرونی رائے معلوم کر لی تو انہوں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا حضرت علیؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا۔ پھر انہوں نے سوچا اللہ مالک ہے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ آپؐ کے پاس آکر اپنا مطلب ظاہر کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا میرے پاس اس وقت ایک گھوڑا اور زرہ ہے جو جنگِ بدر میں ہاتھ آئی تھی۔ فرمایا تمہارے پاس گھوڑے کا ہونا ضروری ہے کہ جہاد کے کام آئے گا لیکن ایسا کرو کہ زرہ کو فروخت کر دو۔ حضرت علیؓ نے وہ زرہ فروخت کر دی اور اس کی قیمت لا کر آپؐ کی مبارک گود میں ڈال دی۔ یہ زرہ کتنے کو فروخت ہوئی اس میں بڑی بڑی روایتیں وضع کی گئی ہیں۔ یہ ایک معمولی سی چیز تھی بس چند روپے وصول ہوئے ہونگے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر جا کر حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی۔ وہ چپ رہیں یہ ایک طرح کا اظہارِ رضا تھا۔ حضرت انسؓ جو آپؐ کے مشہور خادم تھے اسے فرمایا کہ جاؤ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ حضرات حاضر ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے نکاح کا خطبہ پڑھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا تم لوگ گواہ رہو کہ میں علیؓ سے اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح اتنا حق مہر مقرر کر کے کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ ایک طبق میں خشک کھجوریں منگائیں اور حاضرین میں تقسیم کر دیں۔ حضرت علیؓ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر کریں۔ حارثہ بن نعمان انصاریؓ کے کافی مکان تھے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ ان سے ہمیں ایک مکان دلوا دیجیے۔ حارثہؓ نے جب یہ سنا تو دوڑے آئے اور کہا حضور! میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے انہوں نے ایک مکان فارغ کر دیا۔ آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ کو فرمایا کہ تم حضرت فاطمہؓ کو اس مکان میں پہنچا آؤ۔ عشاء کے قریب آپؐ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دونوں کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ کے پاس نئے گھر کے لئے کوئی سامان نہ تھا۔ اس لئے آپؐ نے ایک بان کی چارپائی۔ ایک بڑی روئیں دار چادر، چمڑے کا تکیہ۔ ایک چھاگل ایک مشک، دو مٹی کے گھڑے۔ ایک چکی ان کے گھر بھجوا دیں۔ تاکہ ان کی اعانت ہو سکے۔

یہ وہ سامان ہے جسے یار لوگوں نے جہیز کی داستان میں داخل کر کے جہیز مروجہ کا ثبوت تلاش کر لیا ہے۔ دوسرے روز حضرت علیؓ نے احباب کو بلا کر اپنے گھر ولیمہ کر دیا۔ سادگی کے ساتھ جو کچھ میسر آیا احباب کو کھلا دیا۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں :۔

حضرنا عرس علی فما رأینا — ہم لوگ حضرت علیؓ کی شادی میں

عرسا كان احسن منه
حشونا الفراش ليني الليف
واتينا بتمر وزبيب
فاكلنا
(کشف الغمہ ص۱۲۸)

گئے تھے۔ اس شادی جیسی کوئی بہترین شادی ہم نے نہیں دیکھی بیٹھنے کے لئے کھجور کی چھال نیچے بچھائی گئی پھر کھجوریں اور خشک منقی لائی گئی جسے ہم نے ولیمے کی دعوت میں شوق سے کھایا۔

بعض روایتوں میں جو کی روٹی اور حریرے کا بھی ذکر آیا ہے۔ بہرحال یہ ولیمہ بالکل سادہ تھا اس شادی کا ذکر کشف الغمہ، مسند احمد، ابوداؤد مواہب اللدنیہ، اصابہ، طبقات ابن سعد میں موجود ہے میں نے ان تمام روایتوں کو ملخص کر کے بیان کر دیا ہے

آپ اس مقدس شادی کا تذکرہ بار بار پڑھیں اور اس اسوۂ حسنہ کو اپنی شادیوں میں داخل کر دیں۔ اگر آپ نے عمل کر لیا تو آپ کو دارین کی عزت حاصل ہو جائیگی۔ اگر آپ نے یہود اور ہنود کی رسموں پر عمل کیا تو آج اپنا اخروی انجام سوچ لیں فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

من تشبه بقوم فهو منهم

جو عادات اور رسم ورواج میں جس قوم کا طریقہ اختیار کرے گا اس کا شمار اسی جماعت کے ساتھ ہوگا۔

؎ جہاں کا تو ذکر کیا ہے عزیزان محترم
دونوں جہاں حضورؐ پہ قربان کیجئے

اسلامی شادی کے چند اصول

۱۔ لڑکی لڑکا جب ہی جوان ہو جائے۔ وسعت کے مطابق جلدی شادی کر دے۔ رسمی اخراجات پورا نہ ہونے کی وجہ سے مدت تک بٹھائے نہ رکھے حدیث میں ہے۔ ان ایام میں جن برائیوں کا صدور ہو گا اس کا وبال دنیا و آخرت میں والدین کو بھگتنا پڑے گا۔

۲۔ رشتے میں اخلاق اور دین کو مقدم رکھے۔ ازدواجی زندگی میں سکون کا اصلی سبب یہی دو چیزیں ہیں۔ مال اور حسن میں چونکہ دوام نہیں رہتا اس لئے ایسے رشتے زندگی میں اجیرن بن جاتے ہیں۔ شرافت اور اخلاق کی وجہ سے غیر برادری میں رشتہ کر سکتا ہے۔ قومی عصبیت ایک جاہلانہ رسم ہے۔

۳۔ فریقین میں جب رشتہ کی بات طے ہو جائے تو اس میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنا یا شرعی عذر کے بغیر بائیکاٹ کرنا جرم کبیرہ ہے۔

۴۔ نکاح پڑھنا ایک نیکی کا کام ہے اس لئے پڑھانے والے کو اجرت لینا ناجائز ہے۔

۵۔ آج کل کے رسمی بیٹے سٹے میں لڑکی کا عین معاوضہ ہوتا ہے اس لئے ایسے رشتے میں طلاق کے بدلے طلاق لی جاتی ہے۔ اگر ایک کو جواز کی صورت میں سزا دی جائے دوسری کو بلاوجہ سزا دی جاتی ہے ان قبیح وجوہ سے بٹہ سٹہ کرنا ناجائز ہے۔

۶۔ شریعت میں حق مہر کی کوئی تعداد معین نہیں کی گئی۔ جبر کر کے زیادہ لکھوانا درست نہیں ہے حقیقی مالی وسعت ہو اتنا مقرر کر دے۔ نکاح کے وقت عورت کو حق مہر پر قبضہ بھی کرا دیا جائے۔ عذر کے ساتھ بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ عورت سے حق مہر معاف نہ کرائے اور نہ دھوکہ دے اور نہ غصب کر کے کھا جائے۔ غصب کرنے والا آخرت میں زانی ہو کر اٹھے گا۔

۷۔ لڑکی دینے والا لڑکے والے پر سخت شرائط عائد نہ کرے۔ لالچ یا کسی خدشے کے تحت اس کی جائداد نہ لکھوائے۔ اور نہ اس لئے پیسہ یا دوسری رسمی چیزیں وصول کرے۔ لڑکی دینے پر جتنی رسمی چیزیں وصول کرے گا یہ تمام چیزیں دختر فروشی میں داخل ہوں گی اور ساتھ ہی فریقین میں الفت بھی ختم ہو جائے گی۔

۸۔ شادی میں ولیمہ کرنا سنت ہے۔ اس موقعہ پر جو برادری سے رسمی نیوتہ وصول کیا جاتا ہے۔ اسے قرضہ تصور کرتے ہیں۔ ایسے لین دین میں چونکہ سود داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس رسم کو بالکل موقوف کر دے۔ چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گھر کی کسی شادی پر کچھ نہ لے اس طرح اس سے آزادی حاصل ہو جائے گی۔

۹۔ شادی میں لڑکی اور لڑکے کی رائے کو مقدم رکھے۔ ظاہراً یا قرینے سے اگر معلوم ہو جائے کہ لڑکا یا لڑکی اس رشتے سے قطعاً نفرت کرتی ہے تو ان پہ یہ رشتہ جبراً نہ ٹھونسے۔ ورنہ ان کی زندگی ہمیشہ کے لیے برباد ہو جائے گی۔ اور ساتھ ہی دوسرے مہلک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۰۔ جس جگہ بارات جاتی ہے۔ بارات والے اس محلہ کی مسجد کے لیے کچھ رسمی رقم دیتے ہیں۔ اس رقم میں صرف رسمی تاوان ادا کیا جاتا ہے مسجد کا چندہ نہیں ہوتا ورنہ اپنے شہر کی مستحق مسجد کو کیوں نہیں دیتے۔ ایسی رقم لینا ناجائز ہے۔

۱۱۔ سہرا باندھنا۔ دولہا کو مہندی لگانا۔ کنگنا باندھنا، دلہن کو رسمی ابٹنا ملنا، بارات کو گلیوں میں پھرانا، دولہا کو گھوڑے پر سوار کرنا، آگے بینڈ باجے بجانا دولہا دلہن پر کھیر کرنا۔ کپڑوں پر رنگ ڈالنا۔ جہیز کو بطور نمائش دکھانا جوڑے دینے والے کا نام پکارنا عورتوں کا کئی کئی رات تک جاگنا، ڈھولک بجانا۔ ناچنا مخصوص گانے گانا۔ دلہن کو شادی سے قبل مکان میں حبس کرنا۔ دولہا کی جوتی اٹھاکر پیسے وصول کرنا، دلہن کو منہ دکھائی پر پیسے دینا۔ دولہا کا برادری کے آگے ذلت اور طمع کا سلام کرکے سلامی وصول کرنا۔ شادی سے پہلے نجومی سے حساب کرانا۔ محبت کے لیے شرکیہ ٹوٹکے کرنا۔ دولہا کو اندر لے آنا اور غیر عورتوں کا سامنے آنا، برادری سے کمیوں کے حقوق وصول کرنا، بری کی خاص رسم کرنا، آتش بازی چلانا فحش اور گندے گانوں کے ریکارڈ لگانا

ان میں اکثر رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ ان رسموں پر اتنا مالی اسراف ہوتا ہے کہ نسلوں تک ان کی معاشی ترقی بھی رک جاتی ہے۔ ان رسموں کا حتی الوسع قلع قمع کرنا چاہیے۔

ایصالِ ثواب کا مقصد اور شرک (زیر طبع)

شادی میں ریا ر و نمود کا انجام

کسی رسم میں ریا ر و نمود کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شہرت زیادہ ہو اور لوگ واہ واہ کریں اس لیئے اس جھوٹی شہرت کی خاطر وسعت سے زیادہ خرچ کرتا ہے کچھ عرصے کے بعد دوسرا برادری والا مقابلہ کرکے اس سے بڑھ چڑھ کر خرچ کرتا ہے جس سے پہلے کی شہرت خاک میں مل جاتی ہے اب دوسرے کی واہ واہ ہونے لگتی ہے، اسی طرح دوسرے کا پھر تیسرا مقابلہ کرتا ہے جس سے دوسرے کی نمود بھی غرق ہو جاتی ہے اس طرح مقابلے کے چکر میں شہرت بھی برباد ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی پیسہ کا بھی کافی نقصان ہو جاتا ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہارنے والے کے دل میں بغض وحسد پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے زیادہ خرچ کرکے ہماری ناک نیچی کردی۔ یہاں تک تو دنیا میں نقصان ہوتا ہے۔

آخرت کا نقصان یہ ہے، حدیث میں ہے جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کام میں میرا ناک اونچا رہے اور لوگ تعریف کریں چونکہ اس کام میں خدا کی خوشنودی مدنظر نہیں تھی۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ اسے آخرت میں تمام مخلوق کے آگے ذلیل کردیں گے۔ گویا اپنے ہاتھوں ہی دنیا اور آخرت برباد کر بیٹھے۔

؎ میں خود تھا اپنی جان کے پیچھے پڑا ہوا
میرا شمار بھی میرے دشمنوں میں تھا

(رسید الیکٹرک پریس ملتان)